[redacted]

صفر المظفر

مولانا محمد رمضان لدھیانوی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

صفر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں ''اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ'' ۔ (صحاح)۔

صفر کو صفر کیوں کہتے ہیں، اس میں متعدد قول ہیں:

(۱)۔صفر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صفر سے ماخوذ ہے، جس کا معنی خالی ہونا ہے چونکہ زمانہ جاہلیت میں ماہِ محرم میں قتال کرنا جرم تھا، اس لئے ماہِ صفر میں لوگ قتال کے لئے نکل جایا کرتے تھے اور ان کے گھر خالی پڑے رہتے تھے، اسی وجہ سے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا گیا۔ (غیاث اللغات)

(۲)۔یہ صُفر سے ماخوذ ہے بمعنی زردی۔ جب لوگ اس مہینہ کا نام متعین کرنے لگے تو اتفاق سے پت جھڑ کا موسم تھا، جس میں درختوں کے پتے پیلے پڑ جاتے ہیں، اس لئے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا۔ (غیاث اللغات)۔

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ صفر المظفر یا صفر الخیر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کا معنی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں، زمانہ جاہلیت میں چونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا، اور آج بھی اس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے اس ماہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جب کہ اسلامی اعتبار سے اس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں اس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ اسی لئے صفر المظفر یا صفر الخیر کہا جاتا ہے تاکہ اس کو منحوس اور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے، بلکہ کامیابی اور کامرانی اور خیر و بھلائی کا مہینہ سمجھا جائے۔

صفر کیا ہے: اہل عرب کا گمان تھا کہ اس سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کو ڈستا اور کاٹتا رہتا ہے چنانچہ بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے، وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔ بعض اہل عرب کا یہ نظریہ تھا کہ صفر سے مراد پیٹ کا وہ جانور ہے جو بھوک کی حالت میں بھڑکتا ہے اور جوش مارتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی مار دیتا ہے۔ اور اہل عرب اس کو خارش کے مرض والے

سے بھی زیادہ متعدی مرض سمجھتے تھے۔ بعض کے نزدیک صفر ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا (یرقان) ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صفر ایک مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان آتا ہے، لوگوں کا اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں اور اہل عرب، صفر کا مہینہ آنے سے بدفالی بھی لیا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہرایا کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ کبھی اہل عرب ماہ محرم کو جو اُن کے نزدیک محترم مہینوں میں سے ہے اور اس میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے، بڑھا کر صفر کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور جنگ و جدال کو صفر میں ناجائز قرار دے دیتے اور کبھی صفر کو محرم سے علیحدہ قرار دے کر محترم مہینوں سے اس کو خارج کر دیتے اور اس میں جنگ و جدال کو مباح سمجھتے۔ (مرقات)۔

اسی طرح آج کل بھی بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پرمسرت تقریبات منعقد کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (ناکام) ہوگی اس کی وجہ سے ماہ صفر کو نامبارک اور منحوس سمجھنا ہے۔

چنانچہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق بھی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کو ملا علی قاری نے موضوعات کبریٰ میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا، اس روایت سے ماہ صفر کی نحوست پر استدلال کیا ہے، مگر یہ دلیل ثبوتاً و دلالتاً دونوں طرح مخدوش ہے یعنی نہ تو یہ حدیث ثابت ہے اور نہ ہی اس سے یہ مضمون (نحوست کا) ثابت ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کے من گھڑت ہونے سے قطع نظر کر کے اگر اس کے الفاظ پر غور کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موت کے بعد اللہ جل جلالہ کی ملاقات کے مشتاق تھے، جس کی وجہ سے آپ کو ماہ صفر گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تو ماہ صفر کی نحوست اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

ابتدائی ۱۳ دن: بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے کہ ابتدائی تیرہ روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور بھاری ہوتے ہیں، اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینے کی پہلی سے تیرہ تک کی تاریخ کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس

مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے ابال کر یا چوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں تا کہ بلائیں ٹل جائیں۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔

تیرہ تیزی: بعض لوگ اور خاص کر خواتین نے اس ماہ کا نام تیرہ تیزی رکھ دیا ہے اور اس مہینہ کو اپنے گمان میں تیزی کا مہینہ سمجھ لیا ہے، اس کی یقینی وجہ تو معلوم نہ ہو سکی لیکن ممکن ہے کہ یہ نام اس وجہ سے دیا گیا ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض وفات اسی مہینے میں شروع ہوا تھا اور وہ مشہور روایات کے مطابق تیرہ دن مسلسل جاری رہا، جس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اس سے جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ ان تیرہ دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید بھاری یا تیز ہے، اگر یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہم پرستی ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

جنات کا نزول: اسی طرح بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینے میں لنگڑے، لولے اور اندھے جنات آسمان سے اترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھ کے قدم رکھو، کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو۔ بعض لوگ اس مہینہ میں صندوقوں، پیٹیوں، الماریوں اور در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تا کہ جنات بھاگ جائیں۔

قرآن خوانی: بعض گھرانوں میں اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ اس مہینے کی نحوست، بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت رہے۔ اول تو مروجہ طریقے پر اجتماعی قرآن خوانی ہی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہو گئی ہیں، دوسرے مذکورہ بالا نظریئے کی بنیاد پر قرآن خوانی اپنی ذات میں بھی جائز نہیں کیونکہ یہ نظریہ ہی شرعاً باطل ہے۔ شریعت نے واضح کر دیا ہے کہ اس مہینہ میں نہ کوئی نحوست ہے نہ کوئی بلا اور نہ ہی جنات کا آسمانوں سے نزول ہوتا ہے۔

آخری بدھ: بعض لوگ ماہ صفر کی آخری بدھ کو عید مناتے ہیں اور بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو اجر و ثواب کا سبب سمجھتے ہیں، اور بعض لوگ اس دن مٹی کے برتنوں کو توڑ دیتے ہیں اور بعض لوگ تعویذات بنوا کر مصیبتوں، بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔ اس مہینے میں کوئی خاص عبادت نماز وغیرہ ثابت نہیں ہے۔

انکشاف حقیقت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرض کا لگ جانا، اُلو اور صفر نحوست یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور جذامی شخص سے اس طرح بچو اور پرہیز کرو۔ جس طرح ببر شیر سے بچتے ہو۔ (بخاری بحوالہ مشکوۃ، ص:۳۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا: مرض کا لگ جانا، اُلو، ستارہ اور صفر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۳۹۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمارہے تھے مرض لگ جانا، صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ: ۳۹۲)

یہ بخاری و مسلم کی صحیح روایات ہیں، ان میں رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفر کے متعلق جتنے باطل نظریات، خیالات، توہمات زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے اندر رائج تھے، ان سب کی صاف صاف نفی فرمادی۔

لاعدویٰ: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بیمار کے پاس بیٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس کی بیماری دوسرے تندرست آدمی کو لگ جاتی ہے اور یہ لوگ ایسی بیماری کو عدوٰی (چھوت کی بیماری) کہتے تھے جس طرح آج ہمارے معاشرے میں وبائی امراض میں مبتلا ہونے والوں سے بہت پرہیز کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا اور لاعدویٰ فرمایا یعنی بذاتِ خود ایک شخص کی بیماری بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں لگتی بلکہ بیمار کرنا، نہ کرنا قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے۔ البتہ وہ بیمار شخص جس کے بارے میں ماہر مسلمان طبیب نے بتادیا ہو، اس سے احتیاطاً دور رہنے اور پرہیز کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بیماری کے دیگر اسباب کی طرح یہ بھی ایک سبب ہوسکتا ہے۔

لاجواب: ایک دیہاتی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خارش اول اونٹ کے ہونٹ میں شروع ہوتی ہے یا پھر اس کی دم سے آغاز کرتی ہے اور پھر یہ خارش دوسرے تمام اونٹوں میں پھیل جاتی ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: (اچھا یہ بتاؤ) پہلے اونٹ کو کیسے خارش ہوئی اور کس کے ذریعہ لگی؟ یہ سن کر وہ دیہاتی لاجواب ہوگیا۔ (مرقاۃ: ۸/۳۴۵) پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! متعدی مرض، چھوت، شگون اور بدفالی کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پیدا کرکے اس کی زندگی، روزی اور مصیبت مقرر کردی ہے۔

فرّمن المجذوم: مجذوم (کوڑھی) شخص سے جو شیر کی طرح بچنے کا حکم دیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ جذام بذاتِ خود دوسرے کو لگ جاتا ہے بلکہ کمزور ایمان والوں کے ایمان واعتقاد کی حفاظت کی غرض سے بچنے کا حکم فرمایا، مبادا کسی ضعیف الایمان شخص کو جذامی کے پاس بیٹھنے سے جذام ہوجائے تو اس کا اعتقاد بگڑ جائے گا وہ سمجھنے لگے گا کہ جذامی کے پاس بیٹھنے سے جذام ہوا، اس لئے بچنے کا یہ حکم عقیدہ کی حفاظت کے لئے دیا گیا۔

لاطیرۃ: زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے اندر شگون اور فال لینے کا بہت رواج تھا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی ہرن کو اس کی جگہ سے دوڑاتے اور بھڑکاتے یا کسی پرندے کو اڑا دیتے، اگر پرندہ یا ہرن دائیں جانب جاتا تو اس کو مبارک سمجھتے اور فال لیتے اور وہ کام کر لیتے اگر پرندہ بائیں طرف کو اڑتا تو اس کو نا مبارک اور منحوس سمجھتے اور پھر وہ کام نہ کرتے اور جہاں جانا ہوتا وہاں بھی نہ جاتے۔ (اشعۃ اللمعات)

آپ نے ''لاطیرہ'' فرما کر بدفالی اور بدشگونی کی تردید فرمادی کہ یہ محض بے حقیقت اور غلط بات ہے، کسی بھی کام یا چیز میں نفع نقصان، کامیابی اور ناکامی سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ آج کل بعض لوگ نجومیوں سے فال نکلواتے ہیں تو فال نکلوانے کے لئے جانا، فال کھلوانا، اس پر یقین کرنا یہ سب کچھ حرام ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس سے کوئی بات پوچھی (اور اس پر یقین کرلیا) تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (مسلم)۔

نیک فال: شریعت نے نیک فال لینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ نیک فال لینا پسندیدہ اور سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ چھوت چھات کچھ ہے نہ بدشگون، مجھے تو نیک فال پسند ہے جو اچھے (پاکیزہ) کلام کے ساتھ ہو۔ (الادب المفرد)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیک فال اس طرح لیتے کہ مثلاً کسی کا اچھا نام سنتے تو اس کو پسند فرماتے، اچھی امید رکھتے اور خوش ہوتے۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی عامل (گورنر) کو (کسی شہر کا عامل مقرر کر کے) روانہ کرتے تو اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس کا نام اچھا ہوتا، تو آپ خوش ہوتے اور چہرہ انور پر خوشی اور مسرت ظاہر ہوتی اور اگر اس کا نام اچھا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے اور ناپسندیدگی کے آثار چہرہ مبارک سے ظاہر ہو جاتے (اسی طرح) جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام دریافت کرتے اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو خوش ہوتے اور اگر ناپسند ہوتا تو چہرہ انور سے اس کا اندازہ ہو جاتا۔
(ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ، ص: ۳۹۲)

جب کسی کا برا نام سنتے تو بدل کر اچھا نام رکھ دیتے۔ اچھا نام رکھنا بھی نیک فال ہے کیونکہ اچھا نام، خوبصورتی کا زیور، کمال کا تتمہ اور ذکر جمیل میں داخل ہے اور اچھے نام سے مسمّی میں اچھے اور پاکیزہ اخلاق واعمال کی توقع ہوتی ہے۔

نیک فال میں حکمت: علماء کرام نے نیک فال میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ نیک فال میں دراصل بندہ کا اللہ تعالیٰ

سے نیک گمان ہوتا ہے، بھلائی کا آرزومند اور اس کے فضل ورحمت کا امیدوار ہوتا ہے، جس کے افضل اور بہتر ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔

لاھامہ: ھامہ کیا ہے، ھامہ کے معنی سر اور پرندہ کے آتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ مقتول کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کا نام ہامہ ہے اور وہ ہمیشہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ اور جب مقتول کا بدلہ قاتل سے لیا جاتا ہے تو پھر یہ پرندہ بہت دور اڑ جاتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳۴۴/۸)

بعض کا خیال تھا کہ مردہ کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور معدوم ہوجاتی ہیں تو وہ ہامہ بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور ادھر ادھر گھومتی رہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی رہتی ہیں۔ بعض کا یہ اعتقاد تھا کہ ہامہ وہ الو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ کر آوازیں لگاتا ہے اور انہیں ہلاکت وبربادی اور موت کی خبریں دیتا ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ زمانۂ جاہلیت کے عرب لوگ ہامہ یعنی پرندے سے بدشگونی اور نحوست مراد لیتے تھے، آپ نے اس اعتقاد کو باطل قرار دیا کہ ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات)

ولا غول: غول بیابانی کیا چیز ہے؟ اہل عرب کا خیال تھا کہ جنگلات میں غول مختلف صورتوں اور شکلوں میں لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں اور ان کو راستہ بھلا دیتے ہیں اور ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ بعض کا خیال یہ تھا کہ غول بیابانی وہ جادوگر جنات ہیں جو لوگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کو راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لاغول فرما کر ان تمام باطل خیالات اور تصورات کی نفی فرمادی اور انہیں بے حقیقت قرار دے کر توہم پرستی سے تعبیر کیا، اور واضح فرمادیا کہ ان کو اتنی قدرت وطاقت حاصل ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مسافروں کو راستہ بھلادیں اور ان کو ہلاک کر ڈالیں۔

لانوء: نوء کیا ہے؟ نوء کا مطلب ہے کہ ایک ستارہ کا غروب ہونا اور دوسرے کا طلوع ہونا، اہل عرب کے خیال میں بارش کا ہونا یا نہ ہونا ستاروں کے اسی طلوع وغروب کے زیر اثر ہے۔ یا پھر یہ چاند کی ۲۸ منزلوں کا نام ہے، جن میں سے ہر منزل کے مکمل ہونے پر صبح صادق کے وقت ایک ستارہ گرتا ہے اور دوسرا ستارہ اس کے مقابلہ میں اسی وقت مشرق میں طلوع ہوجاتا ہے۔ اہل عرب کا بارش کے متعلق یہ گمان تھا کہ چاند یا ستاروں کی ایک منزل کے ختم اور دوسری منزل کے آغاز پر بارش ہوتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳۴۶/۸)۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لانوء" فرما کر اس کی بھی مکمل نفی فرمادی۔ اس سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ بارش کا برسانا یا نہ برسانا محض حق تعالیٰ شانہ کی قدرت میں ہے، اور ستاروں، سیاروں کی گردن اور ان کا

طلوع وغروب بارش ہونے یا نہ ہونے کا ایک ظاہری سبب تو ہو سکتے ہیں لیکن مؤثر حقیقی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مؤثر حقیقی اور قادر مطلق محض اللہ جل شانہٗ کی ذات ہے۔

لطیفہ: ایک بادشاہ اپنے ایک غلام سے کہہ رکھا تھا کہ تو صبح سویرے مجھے اپنی صورت نہ دکھایا کر اس لئے کہ تو منحوس ہے ورنہ تیری نحوست کا میرے اوپر شام تک اثر رہے گا۔ ایک دن اتفاق سے وہ غلام صبح سویرے کسی کام سے بادشاہ کے پاس چلا گیا، تو بادشاہ نے اس کو تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اس کو شام تک کوڑے لگائے جائیں، شام ہونے پر بادشاہ نے کہا کہ منحوس آئندہ صبح سویرے مجھے اپنا منہ نہ دکھانا۔ غلام نے کہا بادشاہ سلامت! منحوس میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں، اس لئے کہ آج صبح میں نے آپ کا اور آپ نے میرا چہرہ دیکھا تھا آپ کا چہرہ دیکھنے سے مجھے یہ انعام ملا کہ شام تک کوڑے لگتے رہے، اور میرا بابرکت چہرہ دیکھنے کے بعد آپ صبح سے شام تک صحیح سلامت رہے۔ بادشاہ یہ سن کر متاثر ہوا اور اس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ نحوست کوئی چیز نہیں لوگوں کی بناوٹی ہے۔ (ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات، ص: ۱۹)۔

خلاصہ: حقیقی بات یہ ہے کہ توہم پرستی وہ آگ ہے جس میں ہم اپنے دینی، ملی، قومی تشخص کو جلا رہے ہیں، دین دشمن اور گمراہ لوگ اس میں آہستہ آہستہ تیل ڈالتے رہیں گے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس ماہِ صفر سے وابستہ اسلامی تاریخ توہم پرستی، نحوست، ناکامی اور بدشگونی کے اس جال عنکبوت کو تار تار کر کے مسرت اور شادمانی، کامیابی اور فتوحات کے مبارک جھنڈے گاڑ دیتی ہے، اس لئے کہ یہی تو وہ مبارک مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کو مشرکین کے پنجۂ استعداد سے نجات ''ہجرت مدینہ کی صورت میں'' ملی۔ جو آگے چل کر اسلامی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور پھر اسلامی عقائد ونظریات کی حفاظت اور ترویج واشاعت کے لئے جہاد جیسی عظیم نعمت بھی ملی جس کے ذریعے جہاں مسلمانوں کے جان ومال عزت وآبرو محفوظ ہوئے، وہیں وقت کی سپر پاور طاقتوں کو عقیدۂ توحید کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔

اسی ماہ صفر میں ''حضرت زینبؓ بن خزیمہ، صفیہ بنت حیی مسلمانوں کی مائیں بن کر کاشانۂ نبوت میں تشریف لائیں۔ اور ایک بڑی جماعت سرکردہ افراد نے ماہ صفر میں اسلام قبول کیا۔

یہ تمام واقعات حضرت فاطمہؓ کا نکاح اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح ہمیں توہم پرستی، نحوست اور بدشگونی کے تاریک طلسم سے نکال کر خیر وبرکت، خوشی ومسرت، شادابی وکامیابی کے سدابہار ماحول فراہم کر رہے ہیں۔

☆☆......☆☆